بسم اللہ الرحمن الرحیم

عید مباهله

« فَمَنْ حَآجَّکَ فِیهِ مِن بَعْدِ مَا جَاءکَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْاْ نَدْعُ أَبْنَاءنَا وَأَبْنَاءکُمْ وَنِسَاءنَا وَنِسَاءکُمْ وَأَنفُسَنَا وأَنفُسَکُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَل لَّعْنَةُ اللّهِ عَلَى الْکَاذِبِینَ »

مباہلہ " دراصل " بھل " کے مادہ سے ہے، اس کا معنی ہے " رہا کرنا " اور کسی کی قید و بند کو ختم کر دینا۔ اسی بناء پر جب کسی جانور کو اس کے حال پر چھوڑ دیں اور اس کے پستان کسی تھیلی میں نہ باندھیں تاکہ اس کا نوزائیدہ بچہ آزادی سے اس کا دودھ پی سکے تو اسے " باھل " کہتے ہیں۔ دعا میں " ابتھال " تضرع وزاری اور کام خدا کے سپرد کرنے کے معنی میں آتا ہے۔

کبھی کبھار یہ لفظ ہلاکت، لعنت اور خدا سے دوری کے معنی میں اس لئے استعمال ہوتا ہے کہ بندے کو اس کے حال پر چھوڑ دینا منفی نتائج کا حامل ہوتا ہے۔ یہ تو تھا " مباہلہ " کا مفہوم اصل لغت کے لحاظ سے لیکن اس آیت میں مباہلہ سے مراد دو گروہوں کے درمیان ایک دوسرے پر نفرین کرنا ہے اور وہ بھی اس طرح کہ دو گروہ جو کسی اہم مذہبی مسئلے میں اختلاف رائے رکھتے ہوں، ایک جگہ جمع ہو جائیں، بارگاہ الٰہی میں تضرع کریں اور اس سے دعا کریں کہ وہ جھوٹے کو رسوا و ذلیل کرے اور اسے سزا و عذاب دے۔

مندرجہ بالا آیت میں خدا تعالی نے اپنے پیغمبر کو حکم دیا ہے کہ ان واضح دلائل کے بعد بھی کوئی شخص تم سے حضرت عیسیٰ کے بارے میں گفتگو اور جھگڑا کرے تو اسے " مباہلہ کی دعوت دو اور کہو کہ وہ اپنے بچوں، عورتوں اور نفسوں کو لے آئے اور تم بھی اپنے بچوں، عورتوں اور نفسوں کو بلاؤ پھر دعا کرو تاکہ خدا جھوٹوں کو رسوا کر دے۔) فَمَنْ حَاجَّکَ فِيهِ مِنْ بَعْدِ ما جاءَکَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعالَوْا نَدْعُ أَبْناءَنا وَ أَبْناءَکُمْ وَ نِساءَنا وَ نِساءَکُمْ وَ أَنْفُسَنا وَ أَنْفُسَکُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَعْنَتَ اللهِ عَلَى الْکاذِبِينَ.

اسلامی روایات میں ہے کہ " مباہلہ " کی دعوت دی گئی تو نجران کے عیسائیوں کے نمائندے پیغمبر اکرم کے پاس آئے اور آپ سے مہلت چاہی تاکہ اس بارے میں سوچ بچار کر لیں اور اس سلسلے میں اپنے بزرگوں سے مشورہ کر لیں۔ مشورے کی یہ بات ان کی نفسانی حالت کو بیان کرتی ہے۔ بہر حال مشورے کا نتیجہ یہ نکلا کہ عیسائیوں کے مابین یہ طے پایا کہ اگر محمد شور و غل، مجمع اور داد و فریاد کے ساتھ " مباہلہ " کے لئے آئیں تو ڈرا نہ جائے اور مباہلہ کر لیا جائے کیونکہ اگر اس طرح آئیں تو پھر حقیقت کچھ بھی نہیں اور اگر وہ بہت محدود افراد کے ساتھ آئیں بہت قریبی خواص اور چھوٹے بچوں کو لے کر وعدہ گاہ میں پہنچیں تو پھر جان لینا چاہیئے کہ وہ خدا کے پیغمبر ہیں اور ان سے " مباہلہ " کرنے سے پرہیز کرنا چاہیئے کیونکہ اس صورت میں معاملہ خطرناک ہے۔

طے شدہ پروگرام کے مطابق عیسائی میدان مباہلہ میں پہنچے تو اچانک دیکھا کہ پیغمبر اپنے بیٹے حسین (علیہ السلام) کو گود میں لئے حسن (علیہ السلام) کا ہاتھ پکڑے اور علی (علیہ السلام) وفاطمہ (علیہ السلام) کو ہمراہ لئے آپہنچے ہیں اور انہیں فرما رہے ہیں کہ جب میں دعا کروں، تم آمین کہنا۔

عیسائیوں نے یہ کیفیت دیکھی تو انتہائی پریشان ہوئے اور مباہلہ سے رک گئے اور صلح و مصالحت کے لیے تیار ہو گئے اور اہل ذمہ کی حیثیت سے رہنے پر آمادہ ہو گئے۔[1]

کیا مباہلہ ایک عام حکم ہے؟

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ مباھلہ کی آیت تمام مسلمانوں کو مباھلہ کی دعوت دینے کے لئے ایک عام حکم نہیں ہے بلکہ اس آیت میں مخاطب صرف اور صرف پیغمبر اکرم (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) ہیں، لیکن یہ موضوع اس بات سے منع نہیں کرتا کہ مخالفین کے سامنے مباھلہ ایک عام حکم ہو جائے اور ایماندار لوگ جو کہ کامل طور پر تقوی اور خدا کی عبادت کرتے ہیں وہ اپنے استدلال پیش کرتے وقت دشمن کی لجاجت کی وجہ سے ان کو مباھلہ کی دعوت دے سکتے ہیں۔

اسلامی کتابوں میں جو روایات نقل ہوئی ہیں ان سے بھی اس حکم کا عام ہونا سمجھا جاتا ہے: تفسیر نور الثقلین کی پہلی جلد کے صفحہ نمبر ۳۵۱ پر امام صادق (علیہ السلام) سے ایک روایت نقل ہوئی ہے جس میں آپ نے فرمایا: اگر مخالفین تمہاری حق بات کو قبول نہ کریں تو تم ان کو مباھلہ کی دعوت دو!۔

راوی کہتا ہے: میں نے سوال کیا کہ ان سے کس طرح مباھلہ کریں؟

فرمایا: تین دن تک اپنی اخلاق اصلاح کرو!

میں خیال کرتا ہوں کہ آپ نے فرمایا: روزہ رکھو، غسل کرو اور جس سے مباھلہ کرنا چاہتے ہو اس کے ساتھ صحرا میں جاؤ، پھر اپنے داہنے ہاتھ کی انگلیوں کو اس کے داہنے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈالو اور تم خود شروع کرو اور کہو: خدایا! تو ساتوں آسمانوں اور ساتوں زمینوں کا پروردگار ہے اور ان کے اندر چھپے ہوئے اسرار سے آگاہ ہے، تو رحمان و رحیم ہے، اگر میرا مخالف حق کا انکار کرے اور باطل کا دعوی کرے تو آسمان سے اس کے اوپر ایک بلاء نازل فرما اور اس کو دردناک عذاب میں مبتلا کر دے!

اور ایک مرتبہ پھر اس دعا کو دہرائے اور کہے:

اگر یہ شخص حق کا انکار کرے اور باطل کا دعوی کرے تو آسمان سے اس کے اوپر ایک بلاء نازل فرما اور اس کو دردناک عذاب میں مبتلا کر دے!

پھر فرمایا: کچھ دیر نہیں گزرے گی کہ اس کا نتیجہ ظاہر ہو جائے گا، خدا کی قسم! کوئی بھی شخص اس طرح سے میرے ساتھ مباھلہ کرنے کو تیار نہیں ہوا ۲۔

اھل بیت: نفس پیغمبرص

مأمون نے حضرت علي بن موسي الرضاع سے پوچھا: «ما الدليل علي خلافة جدّک؟»

«اپنے جدّ علي ع کی خلافت پر آپ کے پاس کیا دلیل ہے؟ آپ ع نے فرمایا: آیہ مباہلہ؛ قوله تعالي: [قل تعالوا ندع أبنائنا و

---

[1] دلائل الصدق، حسن بن محمد مظفر، ج۲، ص۱۱۹، انتشارات بصیرت، قم، ۱۳۹۵ق، ج۲، ص۱۳۵.

[2] ۔ جواھر الکلام»، جلد ۵، صفحہ ۴۰، دار الکتب الاسلامیة، چاپخانہ خورشید؛ «المیزان»، جلد ۴، صفحہ ۴۱۰، انتشارات جامعہ مدرسین؛ «کافی»، جلد ۲، صفحہ ۵۱۳ و ۵۱۴، دار الکتب الاسلامیة؛ «وسائل الشیعہ»، جلد ۷، صفحہ ۱۳۴، چاپ آل البیت؛ «بحار الانوار»، جلد ۹۲، صفحہ ۳۴۹؛ «عدّة الداعی»، صفحہ ۲۱۴ و ۲۱۵، دار الکتاب الاسلامی، ۱۴۰۷ھ۔ق؛ «نور الثقلین»، جلد ۱، صفحہ ۳۵۱، مؤسسہ اسماعیلیان، طبع چھارم، ۱۴۱۲ھ۔ق.

۲۔ اقتباس از کتاب: تفسیر نمونہ، آیت اللہ العظمي مکارم شیرازي، دار الکتب الإسلامیہ، چاپ چھل و ھفتم، ج ۲، ص ۶۸۴.

أبنائكم و نسائنا و نسائكم و أنفسنا و أنفسكم ثمّ نبتهل فنجعل لعنة الله على الكاذبين] [۳]

ہمارے جد کی خلافت کی دلیل ہے

مأمون نے کہا: کہاں سے وہ نفس پیغمبر ص تھے؟ فرمایا: کلمہ «**أنفسنا**» اس بات کی تصریح کرتا ہے. مأمون نے کہا: «**لولا نسائنا**» امام نے فرمایا: «**لولا أبنائنا**» مأمون خاموش ہو گیا. [۴]

مصادر

(ر.ک: مسلم النیشابوری، صحیح مسلم، ص ۱۰۴۲، ح ۳۲، / الفضائل، باب فضایل علی بن ابی طالب 7 / الترمذی، الجامع الصحیح (سنن الترمذی)، ج ۵، ص ۲۲۵، ح ۲۹۹۹، داراحیاء التراث العربي، بیروت، بی تا؛ الحاکم النیشابوری، المستدرک علی الصحیحین، ج ۳، ص ۱۵۰ / تفسیر القرآن العظیم، ابن کثیر دمشقی (متوفای ۷۷۴ق)، ج ۱، ص ۳۷۹ / الدر المنثور فی التفسیر المأثور، ج ۳، ص ۲۳۲۲۳۳؛ / رشید رضا، تفسیر المنار، ج ۳، ص ۳۲۲ / المسند، احمد بن حنبل، ج ۱، ص ۱۸۵، چاپ مصر. مجمع البیان فی تفسیر القرآن، شیخ طبرسی (متوفای ۵۴۸ق)، ج ۲، ص ۷۶۳ـ۷۶۲.)

برای مہربانی اپنی مفید آراء سے ہمیں مطلع فرمایں ۔ شکریہ

---

[۳] آل عمران/ ۶۱.

[۴] تفسیر نور الثقلین، عروسي حویزي عبد علي بن جمعه، تحقیق: سید هاشم رسولي محلاتي، انتشارات اسماعیلیان، قم، ۱۴۱۵ق، چاپ: چهارم، ج ۱، ص ۳۴۹.